بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن مجید کے الفاظ اور انداز بیان میں تدبر-28

اس عظیم مہینے میں قرآن مجید کے پیارے الفاظ اور خوبصورت انداز بیان پر غور و فکر کا درس جاری ہے۔

پچھلے درس میں قرآن مجید کے بعض الفاظ اور انداز بیان پر طعن کرنے والوں کے اجمالی جوابات میں یہ کہا تھا کہ قرآن مجید میں جہاں پر ذرہ برابر بھی کسی مسئلے میں کسی کے اعتراض کرنے کا دور تک بھی اگر کوئی اندیشہ یا امکان تھا تو اسکا بھی خصوصی طور پر خیال رکھا گیا، اور صرف ایک لفظ یا زیر و زبر سے بھی انتہائی پیارے انداز بیان سے خاتمہ کیا گیا۔ چند مثالیں بیان کرتے ہیں:

1-ایک لفظ سے اعتراض کے امکان کو دور کرنے کی بعض مثالیں:

پہلی مثال:

ارشاد باری تعالٰی ہے:

﴿إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٨﴾﴾[آل عمران: 68]

اتَّبَعُوهُ: کیوں فرمایا آمنوا بہ کیوں نہیں؟ جبکہ ایمان اتباع پر مقدم ہے؟!

اسکا جواب اسی عظیم سورت کی آیات کریمہ کے سیاق میں موجود ہے، ارشاد باری تعالٰی ہے:

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنجِيلُ إِلَّا مِن بَعْدِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٦٥﴾ هَا أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُم بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٦٧﴾﴾ [آل عمران: 65-67]

پھر فرمایا:

﴿إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٨﴾﴾[آل عمران:68]

اگر یہاں پر آمنوا بہ کا لفظ ہوتا تو یہود کہتے ہم بھی اس آیت کریمہ میں شامل ہیں ہم بھی تو ابراھیم علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہیں، تو انکے اس دعوے اور دور تک اس اندیشے یا انکے خواب وخیال کے خاتمے کے لیے صرف ایک لفظ بیان فرمایا: اتَّبَعُوهُ ۔ اگر وہ یا کوئی اور اپنے ایمان کے دعوے میں سچا ہے تو اتباع سے ثابت کرنا پڑے گا، جس نے ابراھیم علیہ السلام کی اتباع کی ہے وہ ان پر ایمان میں بھی سچا ہے اور جس نے اتباع نہیں کی وہ جھوٹا اور محض دعویدار ہے۔

(ایسی اور بھی کئی مثالیں ہیں مشرکین بھی یہود کی طرح دین ابراھیم پر ہونے کے دعویدار تھے انکے اس دعوے کو غلط ثابت کرتے ہوئے فرمایا: رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ ۖ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ۖ وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ(36)ابراھیم۔ فمن آمن بی نہیں فرمایا، فمن تبعنی سے یہ دعوہ بےبنیاد ثابت ہوا)

دوسری مثال:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا

(48)النساء. کیا کفر معاف ہو سکتا ہے؟

شرک کے لفظ میں کفر بھی شامل ہے لیکن اگر کفر کا لفظ ہوتا تو شرک کرنے والے کہتے ہمارا تو اس آیت میں ذکر ہی نہیں ہے ہم تو اللہ تعالیٰ کو ماننے والے ہیں کافر اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے یہ وعیدان کے لیے ہے،اور اگر ہمارا یہ عمل شرک بھی ہوتا تو وہ بھی معاف کر دیا جائے گا،انکے اس باطل مقصد کا خاتمہ صرف ایک لفظ سے کر دیا: يُشْرَكَ سے جس میں کفر بھی شامل ہے۔کیونکہ ہر مشرک کافر ہے لیکن ہر کافر مشرک نہیں ہے۔ اور اس خوبصورت انداز بیان کے باوجود بعض لوگوں کو کم علمی کی وجہ سے یہ مغالطہ ہوا کہ اس آیت سے صرف شرک ہی مراد ہے شرک کے علاوہ کفر بھی معاف ہو سکتا ہے مثلا نعوذ باللہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ پر ایمان نہیں رکھتا وہ بھی جنت میں داخل ہو سکتا ہے کیونکہ شرک واحد گناہ ہے جو کبھی معاف نہیں ہو سکتا،اور اسی آیت کریمہ کو دلیل کے طور پر بیان کرتے ہیں۔إنا لله وإنا إليه راجعون ۔اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی مراد یہ نہیں ہے جیسا کہ اس قسم کے لوگوں نے سمجھا ہے بلکہ اس کے برعکس ہر قسم کا کفر مراد ہے جس میں شرک بھی سر فہرست ہے جو سب سے بڑا ظلم اور انتہائی خطرناک جرم ہے جس میں یہود و نصاری سمیت مشرکین عرب ڈوبے ہوئے تھے اور اس شرک کو ایمان اور توحید کہتے تھے،اس ایک لفظ سے ان تمام ایمان کے دعوے داروں،شرک کرنے والوں کا سختی سے رد کیا گیا ہے اور انکے لیے اس معاملے میں تمام اعتراضات کے دروازے بند کر دیے گئے۔

2-صرف اعراب زیر وزبر وغیرہ سے اعتراض کے امکان کو دور کرنے کی مثال:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ (49)القمر.

بے شک ہم نے ہر چیز کو مقرر اندازے کے مطابق پیدا کیا یعنی اسکی تقدیر لکھی ہے۔

اس آیت کریمہ میں کلُّ لام پر پیش ممکن نہیں ہے، زبر ہی لازم ہے، اگر لام پر پیش ہوتا تو مکمل معنی اور اصل پیغام تبدیل ہو جاتا، کلُّ مبتدا ہے اور خبر کے لیے دونوں لفظ صحیح ہیں، اگر بقدر ہے تو پہلے جملے کی طرح معنی صحیح ہوگا اور اگر خَلَقْنَاهُ ہے تو معنی یہ ہوگا کہ:

بے شک ہم نے صرف اس چیز کو مقرر اندازے کے مطابق پیدا کیا جس کو ہم نے پیدا کیا۔یعنی کائنات میں کچھ ایسی چیزیں بھی ہیں جس کو ہم نے ناپیدا کیا اور نہ ہی اسکی تقدیر مقرر کی ہے۔ نعوذ باللہ۔اس باطل اور کفریہ عقیدے کا جڑ سے خاتمہ کیا گیا صرف زبر سے۔

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

جبکہ تقدیر کے منکروں نے یہ بھی کہا ہے کہ پیش کی قرات بھی موجود ہے جو بلکل غلط اور بے بنیاد ہے زمخشری معتزلی نے تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت پیش کے ساتھ بھی پڑھی گئی ہے صرف اپنے تقدیر کے انکار کے باطل عقیدے کو مضبوط کرنے کے لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اعمال کو پیدا نہیں کیا انسان خود اپنے اعمال کو پیدا کرنے والا ہے اور تقدیر کا انکار کر دیا اور اپنے باطل اور تعصب میں اتنے اندھے ہو گئے تھے کہ یہ نہ سمجھ سکے کہ زبر کی جگہ پیش سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے خالق کو بھی ثابت کیا جا رہا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے صرف ان چیزوں کی تقدیر مقرر فرمائی ہے جو اس نے پیدا کی ہے وہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی تقدیر

میں نہیں ہیں جو اس نے پیدا نہیں کی، وہ صرف انسان کے عمل کو تقدیر سے خارج کرنا چاہتے تھے لیکن جانتے ہوئے یا انجانے میں اس بدعقیدگی کی رسائی اللہ تعالی کی ربوبیت تک جا پہنچی۔ نعوذ باللہ من الخذلان۔

اور اسکی مزید وضاحت اگلی آیت میں ہے:

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ (52) القمر.

امام قرطبیؒ تفسیر میں فرماتے ہیں:

قوله تعالى: وكل شيء فعلوه في الزبر أي جميع ما فعلته الأمم قبلهم من خير أو شر كان مكتوبا عليهم; وهذا بيان قوله: إنا كل شيء خلقناه بقدر. واللہ أعلى وأعلم۔

اللہ تعالٰی سے دعا ہے کہ ہمیں قرآن مجید کی تلاوت کا حق ادا کرنے اور اس میں غور و فکر کرنے کی اور صحیح عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، توحید اور سنت اور منہج السلف الصالحین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہر وبا، فتنے اور شر پسندوں کے شر سے محفوظ فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

سبحانك اللهم وبحمدك أشهد أن لا إله إلا أنت أستغفرك وأتوب إليك

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (رمضان اور قرآن-28) سے لیا گیا ہے۔